رسائل و مسائل

کعبے میں برہمن

سوال:- بندہ کو پچھلے برس حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی اور پچھلے ماہ دس تاریخ کو وہاں سے واپس لوٹا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ابن سعود کی برہمنی طرز کی حکومت اور مجاورانہ نظام کے باعث جو خباثتیں اور دور از شریعت رسوم جاری ہو چکی ہیں وہ ایک مسلمان کے لیے ناقابل برداشت اور ناقابل بیان ہیں۔ میں اس وقت بیت اللہ کے داخلے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے رشوت ستانی، مکہ مکرمہ کے پنڈتوں اور برہمنوں کا حجاج کو لوٹنا، سعودی حکومت کی طرف سے حاجیوں کی لوٹ کھسوٹ اور سب سے بڑھ کر طواف بیت اللہ کرتے وقت نوجوان مطوفوں کی جنسیت (وہ حرکات) عورتوں کے لیے بھی مرد ہی مطوف ہوتے ہیں)، اہل مکہ کی بداخلاقی اور حجاج کے ساتھ ذلیل و ناروا سلوک و دیگر پست کیفیتوں کا ذکر نہیں کروں گا۔ بلکہ ایک ذاتی فعل درج کر رہا ہوں اور رہنمائی کا طالب ہوں۔

وہاں کے واقعات دیکھ کر میں اتنا دل برداشتہ ہوا کہ نعوذ باللہ یہ سمجھنے لگا کہ ہندوؤں کے تیرتھ یاتراؤں اور سکھوں کے دربار صاحب کی طرح حج بھی ایک میلہ ہے[1]

[1] سائل اگر توجہ فرمائیں تو نماز کا حال بھی ایسا ہی نظر آئے گا۔ کتنے ہی ائمہ مساجد ہیں کہ جن کے پیچھے نماز پڑھنے سے سارا حضور قلب برباد ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی خطیب ہیں جن کے خطبے سن کر اوسط درجے کے ذہین لوگوں کے دل نماز جمعہ سے اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ کتنی ہی مسجد کمیٹیاں ہیں کہ جن کے حسن انتظام اور جن کے قواعد و ضوابط کی وجہ سے اللہ کی مسجدیں فریاد کرتی ہیں۔

ح۔ پنبہ کجا کجا نہم! دل جس،

جو حجاج کو لوٹنے کے لیے منعقد کیا جاتا ہے۔ اور یہ اللہ، رسول، اسلام، دیگر مذاہب کی طرح فراڈ اور جعل ہے (اے اللہ! اس لغزش سے مجھے معاف کرنا!)۔ آخر دل کو ڈھارس دینے کے لیے گذشتہ تاریخ کو نگاہ میں رکھا اور اس خیال سے کہ اسی اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بُت رکھے گئے تھے، دل کو تسکین ہوئی کہ آج اس تہذیبی دور میں یہ تین سو ساٹھ بُت نئی نئی صورتوں میں موجود ہیں۔ اس لیے اسلام سے متنفر ہونا غلط ہے۔ یہ ہماری اپنی بدعمالی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ اور اس کی وجہ دراصل اسلام کے صحیح تصور سے بُعد ہے۔ کثرت استغفار سے یہ وسوسہ دل سے خارج ہوا اور پھر بیت اللہ کے طواف سے کیف و سرور حاصل ہونے لگا۔ لیکن اہل عرب کی بداعمالی اور بداخلاقی نے مجھے ان سے متنفر ضرور کر دیا اور میں کسی اچھی شے کو عرب سے منسوب کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اور جب کبھی کسی عرب سے گفتگو ہوتی اور اس نے نبی اکرمؐ کے عربی ہونے پر فخر و ناز کیا تو اس سے میرے دل کو ہمیشہ چرکا لگا۔ اور نبی اکرم صلعم جیسی مقدس ہستی کو عرب جیسی ناپاک زمین سے منسوب کرنے سے دل نے روکا۔ اور ایک دن روضۂ اقدس پر سلام پڑھتے ہوئے جب رواجی اسلام کے ان فقروں پر پہنچا "السلام علیک یا نبی المکی، یا نبی المدنی، یا نبی الحجازی، یا نبی العربی، یا نبی القرشی، یا نبی الہاشمی" تو خیال پیدا ہوا کہ نادانستہ طور پر اس طرح قومی اور وطنی تصور نبی صلعم کی ذات پاک سے وابستہ کر رہا ہوں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام جہانوں، قوموں اور وطنوں کے لیے تھے اور میں آپ کو ہاشمی، قرشی، مکی، مدنی اور عربی کے الفاظ سے محدود کر رہا ہوں۔ سلام کی کتاب سے میں نے ان فقروں کو کاٹ دیا اور نبی صلعم کو ان مقامی و محدود نسبتوں سے پکارنا چھوڑ دیا۔

آپ تحریر فرمائیں کہ ایسا کرنے سے میں گنہگار تو نہیں ہوا، اگر ان الفاظ کو کاٹنا اور استعمال ترک کرنا گناہ ہے تو میں توبہ کروں۔

جواب:- آپ نے سفر حج کے جو حالات لکھے ہیں اور ان حالات کو دیکھ کر آپ پر جو اثر

پڑا ہے اسے معلوم کر کے سخت اذیت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے سمجھے جنہوں نے "کتاب و سنت"، "کتاب وسنت" کے نعرے بلند کر کے حجاز پر قبضہ کیا تھا اور آج انہوں نے وہاں یہ حال کر رکھا ہے کہ اللہ کے جو بندے عقیدت بھرے دل لیے ہوئے مرکزِ اسلام کی طرف جاتے ہیں وہ وہاں سے یہ اثرات لے کے پلٹتے ہیں۔

حج کے متعلق جو وساوس آپ کے قلب میں پیدا ہوتے تھے، الحمد للہ کہ وہ تو آپ نے خود ہی دور کر لیے اور اللہ سے معافی مانگ لی۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لغزش کو معاف فرما دے گا۔ اب آپ اُس نفرت کو بھی دل سے نکال دیں جو آپ کے اندر عرب[1] اور اہلِ عرب کی طرف سے پیدا ہو گئی ہے۔ ہم کو عرب سے جو تعلق ہے وہ آج کے عربوں کی بدولت نہیں ہے بلکہ ان بندگانِ حق کی وجہ سے ہے جن کی قربانیوں اور جانفشانیوں سے دنیا کے گوشے گوشے تک نورِ اسلام پہنچا۔ ان کے احسانات کا یہ تقاضا ہے کہ ہم عرب اور عربیت سے محبت کریں۔ رہے آج کے عرب، تو یہ قابلِ نفرت نہیں، قابلِ رحم ہیں۔ صدیوں تک شاہی حکومتوں نے ان کو جاہل رکھنے اور مادی و اخلاقی پستیوں میں دھکیلنے کی باقاعدہ کوشش کی ہے۔ اسی کی بدولت آج یہ اس حال کو پہنچے ہیں۔

---

[1] نبی کریم صلعم کی نبوت اگرچہ عالمگیر بھی ہے اور زمانی لحاظ سے قیامت تک کے لیے بھی ہے لیکن آپ کی ذاتِ اقدس کو ملکی، قومی، نسلی اور زمانی نسبتوں کے ساتھ ذہن میں لانا اس وجہ سے ضروری ہے کہ جب انبیاءؑ کو بشری نسبتوں سے بالاتر کیا جانے لگتا ہے، تو بالآخر ان کو الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ پھر آخر اس تاریخی حقیقت کو آپ اپنی اور دوسروں کی نگاہوں سے کیسے چھپائیں گے کہ نبی صلعم ملکِ عرب کے شہر مکہ میں قریش کے ہاشمی خاندان کے ایک باپ عبد اللہ اور ایک ماں آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے اور پھر ہجرت کر کے نکلے تو بقیہ عمر مدینہ میں گذاری۔ موجودہ عربوں کا حال زار تو ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہدایت کسی وطن اور نسل پر منحصر نہیں ہے بلکہ بسا اوقات جو کسی داعیٔ ہدایت کے قریب ہوتے ہیں وہ دُور ہو جاتے ہیں اور جو دُور ہوتے ہیں وہ قریب بن جاتے ہیں۔ کیا خوب فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ "کتنے ہی آگے ہیں جو پیچھے دھکیل دیے جائیں گے اور کتنے ہی پیچھے ہیں کہ جو آگے آ جائیں گے"۔ (ن-ص)